اصلاح

جلد ۹	بابت ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۲۴	نمبر ۵

خصائص شیعہ

یہ تو دنیا کو بخوبی معلوم ہے کہ مذہب کوئی سا بھی ہو اُسکی غرض آخرت سے متعلق ہوتی ہے کہ اُسے ہمیشگی والی زندگانی میں ابدی راحت حاصل ہو ورنہ دنیاوی عیش و آرام کچھ تو تقدیری ہیں کچھ تدبیری جس سے نہ کسی مذہب کو خصوصیت ہے نہ کسی ملت کو۔

مگر چونکہ دنیا مزرعہ آخرت ہے لہذا وہی مذہب زیادہ قابل قبول ہوگا جو اس مزرعہ آخرت کی آبادی اور حفظ امن کا پورا ذریعہ ہو جسکے لئے سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ آخرت کا ذکر یا جزا و سزا کا تعلق کس مذہب سے زیادہ ہے اور کس میں اسکی تعلیم دی گئی ہے کہ ان افعال و اخلاق کے بدولت تم حیات ابدی پاؤگے اور صلاح و فلاح اخروی سے مالامال ہوگے۔

دہری مذہب اسیوجہ سے لامذہب کہا جاتا ہے کہ اُسکو نہ آخرت سے تعلق ہے نہ اُس حیات ابدی سے جسکی طمع میں کوئی اخلاق حسنہ کا پابند ہو اور صفات رذیلہ سے مجتنب بلکہ اُسکا تمامتر تعلق اسی دنیا اور اُسکی زندگانی سے ہے جسکے بعد اخلاق کی درستگی اگر ممکن ہے تو انھیں چند مخصوص اشخاص کو جو ظاہری علم و حکمت سے آراستہ ہیں نہ ہر عام و خاص کو۔ کیونکہ قوائے شہوانیہ ہمیشہ غالب رہتے ہیں اور اُسکے مغلوب کرنے کا

کوئی ذریعہ انکے پاس نہیں ہو۔

آریہ سماج۔ بلکہ سائر اقسام ہنود بھی اسی حد کے اندر داخل ہیں مگر اواگون کا مسئلہ ایسا ہو کہ کچھ روک تھام کرلیتا ہی۔ لیکن چونکہ یہ انقلابات لنکے محدود زمانہ میں ہوتے ہیں لہٰذا پوری شایستگی ان میں کسیطرح نہیں آسکتی۔ اور یہی سبب ہو کہ اس مذہب کے لوگ نہ کبھی مذہبی سلطنت قائم کرسکے۔ نہ کوئی متفقہ قوت جس سے ہمیشہ غیر اقوام کے ماتحت اور ذلہ خوار رہے۔

اسیطرح یہود بھی ظاہری احکام کے ایسے پابند ہوئے کہ روحانیت انسے ہمیشہ کے لئے سلب ہوگئی اور مذہب کو بھی اُنہوں نے ایک خاص نسل کیلئے بنا چھوڑا جسکا اخروی دہی نتیجہ ہوا جو ہوا۔

عیسائی مذہب چونکہ یہود کے بعد قائم ہوا لہٰذا اُسکی تعلیم بھی زیادہ تر اخلاق سے متعلق رہی جس سے پھر بھی آخرتی تعلق کم ہوتا گیا۔ اور اس مسئلہ نے کہ حضرت عیسےٰ کفارہ اُمت ہوگئے رہی سہی عزت کو مذہب کے خاک میں ملا دیا۔ جس سے چند ہی روز میں یہ مذہب ایک مسافروار رہگیا جو آج دنیا کو چھوڑتا ہو یا کل۔

انھیں خرابیوں کی اصلاح کیلئے مذہب اسلام نے وجود پایا جسکے اخلاق اور ظاہری اور روحانی تعلیم نے چند ہی روز میں بتا دیا کہ اب اگر کوئی مذہب حق ہو تو یہی اسلام جسکی ہر چال معتدل۔ ہر رفتار باقاعدہ دنیا اور آخرت کا پلہ مساوی۔ ایک طرف جرائم کے لئے تعزیرات شرعی مقرر ہیں دوسری طرف عذاب ابدی کا خوف ہو۔ اخلاق حسنہ کیلئے دنیاوی فوائد بھی سکھلائے جاتے ہیں اور آخرت کے نتائج بھی بتائے جاتے ہیں۔ جس سے جوق جوق لوگ اسلام میں آرہے ہیں اور حقانیت و روحانیت کی تعلیم پا رہے ہیں۔

مگر دنیا عالم اسباب ہو کوئی کام ہو بتدریج ہوتا ہو۔ خلقت انسانی کے لئے طفلی و شباب پیری و موت لازمی ہو ابھی یہ نہال اسلام پورے طور سے تناور بھی ہونے نہ پایا تھا

کہ اُس مربی اسلام کی اجل موعود آپہونچی جو بانی اسلام کے لقب سے یاد کیا جاتا ہو - مگر چونکہ وہ خدا کا حبیب تھا اور عقل و حکمت سے اُسکا سینہ مملو تھا - لہذا وہ اپنا ایک ایسا قائم مقام مقرر کر گیا جو ابتدائے نشو و نمائے اسلام سے اُسکا بازو بلکہ اُسکا دل و دماغ تھا کہ ہر راز ہر ارادے سے وہ اُسیطرح واقف اور مطیع رہتا جیسے کہ اعضا و جوارح دل و دماغ کے تابع رہتے ہیں - لیکن انسان کا زور اُسیوقت تک چلتا ہو جب تک اُسمیں طاقت رہتی ہو - ابھی حضرت زندہ ہیں لیکن قوے جواب دیچکے ہیں طاقت نشست و برخواست زائل ہوچکی ہو - اب صرف زبان اختیار میں ہو جس سے وہ نہایت دردناک آواز سے کہہ رہا ہو

"لاؤ قلم دوات کہ ہم ایسی کتاب لکھ جائیں جسکے بعد پھر تم لوگ کبھی گمراہ نہو"

یہ جملہ نکوئی پیچدار تھا نہ غور طلب نہ چیستان تھا نہ معمے - سب سمجھ گئے کہ حضرت کیا لکھا جاہتے ہیں جس کا کوئی علاج ہی نہ تھا بجز اسکے کہ ان فقرات کو - بیہودہ - ہذیان - بنا دیں جس سے ایسا شور و غل قائم ہوا کہ وصیت نامہ نہ لکھا جا سکا اور وہ لوگ حضرت کا یہ آخری فقرہ سنکر گھر سے نکل گئے " کہ (دور ہو) ہمارے پاس لڑائی جھگڑا مناسب نہیں ہو" اس تمرد و سرکشی کا لازمی نتیجہ وہی تھا جو ہوا اور وہ غرض پوری ہوئی جسکے لئے اُس فخر الانبیا کو یہ خطاب دیا گیا جسکی نسبت قرآن نے یہ فیصلہ کیا ہو ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی اور چند روز قبل انھیں صحابہ کا یہ عقیدہ تھا کہ آنحضرت اگر کسیکو غفر اللہ لک کہتے تو اُسکی موت کا یقین ہو جاتا -

اب یہیں سے اسلام کی روحانیت تقسیم ہونے لگی کیونکہ ایک فریق تو بر سر حکومت ہے جو اپنے احکام کو یا اسلام کو بزور حکومت منوا رہا ہو اور دوسرا فریق یہ دیکھکر کڑھ رہا ہو کہ اسلام کی تعلیم کسطرح خاک میں ملائی جاتی ہو آخرت سے تعلق کسطرح چھوٹ رہا ہے دنیاوی شان و شوکت کیطرف کسطرح میلان ہو رہا ہو - اب اگر یہ اتباع حق کی تعلیم دیتا ہو تو اسی اصول پر کہ تمھاری آخرت درست ہو گی - اگر شمشیر کشی سے روکتا ہو

تو اس بنیاد پر کہ عذاب ابدی میں مبتلا ہو گے ایثار کی تعلیم کرتا ہے تو اس قاعدہ سے راستی ۔ دیانت ۔ وفاداری ۔ حیا ۔ سخاوت ۔ جس امر کی تعلیم کرتا ہے ۔ تو یہی امید دلاتا ہے کہ حیات ابدی ملیگی مگر یہ ظاہر ہے کہ صرف امید سے تو کام نہیں چلتا جب تک کچھ دباؤ بھی نہو ۔ لہذا ایسے لوگ کم ہوتے گئے جو صرف آخرت کی امید پر کام کریں اور انکی تعداد بڑھتی گئی جو صاحب اختیار تھے کیونکہ اُنھوں نے یہی کیا کہ صرف دباؤ سے کام لیا ۔ بلکہ ان تعلیمونکے مقابلہ میں وضعی حدیثیں بھی ایسی صدہا گڑھہ لیں جو اس تعلیم کے ضد اور خلاف تھیں ۔

جس فرقہ کے تعلیمات زیادہ تر آخرت سے متعلق ہوئے وہی **شیعہ** ہیں جنکو حکام جور کی قیدیوں میں یہ تعلیم دی جاتی ہے صبر کرو ان اللہ مع الصابرین دشمنوں کے ساتھ بھی رحم کرو اور احسان واللہ یحب المحسنین جسکا یہ اثر ہوا کہ دنیا کی سطح ہموار رہی اور کسیطرح اندرون اسلام مخالفت نہ قائم ہونے پائی ۔ دیکھو خلافت قائم ہونے پر ابوسفیان آتا ہے اور کہتا ہے لاؤ ہاتھ بڑھاؤ ہم بیعت کر کے ابھی اسی میدان کو لشکروں سے بھر دیتے ہیں" ۔ مگر وہ ایسا سچا جانشین رسول ہے کہ نہیں چاہتا اسلام کو اُس کافر کا ممنون احسان کریں ۔ جو ہمیشہ کا کافر ہے اور سب سے زیادہ وہ اس میں ساعی رہا کہ دنیا سے اسلام کا نام مٹ جائے ۔ برخلاف اسکے جو لوگ سریر آرائے خلافت ہیں وہ اسطرح اس سے ڈرے جاتے ہیں کہ خفیہ بلا کر اسکو شریک و حصہ دار بناتے ہیں جسکے خاندان نے تسلط پانے کے بعد کوئی دقیقہ بیخ کنی اسلام کا اُٹھا نہ رکھا ۔

یہی سبب ہے کہ اگر تم دنیا کی تمامی تواریخ کو بنظر تعمق دیکھو گے تو کہیں تمکو کوئی ایسا واقعہ نہ ملیگا کہ مذہب **شیعہ** نے کبھی اس غرض سے تلوار اُٹھائی ہو کہ اس مذہب کو رواج دیں کیونکہ سرے سے اُسکو یہی تعلیم ملی ہے یہ مذہب تلوار سے نہیں پھیلتا بلکہ

حقیت سے پھیلتا ہی۔ چنانچہ واقعہ کربلا کے بعد جس قدر اس مذہب حق نے ترقی کی تمام عالم کو معلوم ہی کہ لوگ زندہ جلائے جاتے ہیں دیواروں میں زندہ چنے جاتے ہیں ہر قسم کی ایذا و تکالیف کے سامان مہیا کئے جاتے ہیں۔ مگر اسکی حقانیت نے اُنکے دلوں پر ایسا قبضہ پایا ہی کہ کسیطرح اسکو نہیں چھوڑتے۔ اور سب امر کو گوارا کرتے ہیں۔

اب ہم سب سے پہلے جو اس مذہب پر نظر کرتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہی یہی وہ مذہب ہے جسکے اصول اور فروع معین ہیں ورنہ دنیا کا کوئی مذہب ہے کہ خود اسلام کے دیگر فرق بھی یہ دعوے نہیں کر سکتے کہ ہمارے یہاں اصول کیا ہیں فروع کیا ہی۔ خود صحیح بخاری کو اُٹھا کر دیکھ لو جس میں آنحضرت کی حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔ کہیں بھی یہ پتا نہیں چلتا کہ اصول کیا ہیں فروع کیا ہیں۔ بلکہ سچ پوچھو تو وہ اصول و فروع کو جانتے ہی نہیں بجز اسکے کہ دو لفظ ہیں مگر بے معنی

اب تم خود ہی غور کر لو کہ جس مذہب کے لئے نہ کوئی اصول ہیں نہ فروع وہ کس شان کا ہو سکتا ہی اور کسقدر اسمیں استقلال و پایداری ہو سکتی ہی۔ یہی سبب ہے کہ اس مظلومیت اور بیکسی پر یہ مذہب ایسا ترقی کر رہا ہی کہ تمام عالم کو غبطہ ہو رہا ہی

پھر اسکی توحید دیکھو جسپر تمام موحدوں کا اتفاق ہی کہ اسلام سے بہتر کسی مذہب نے توحید کی تعلیم نہیں دی۔ مگر جب اندرونِ اسلام غور کرو تو مذہب شیعہ ہی کی توحید ایسی ہی جو توحید کہی جا سکتی ہی۔ ورنہ دوسرے فرق اسلامی تو کوئی خدا کو مجسم بتاتا ہی کوئی امرد کوئی فربہ کہ تمام عرش کو گھیرنے کے بعد بھی چار چار انگل اسکا بدن باہر نکلا رہتا ہی۔ کوئی کہتا ہی ہر شب جمعہ وہ دنیا کی آسمان پر اُترتا ہی۔ کوئی کہتا ہی کہ گدھے پر سوار ہو کر اُترتا ہی۔

تمام مسلمانوں میں اسوقت سب سے بڑھا چڑھا فرقہ غیر مقلدوں کا ہی جو اپنا لقب

اہل حدیث بھی رکھتا ہی وہ سرے سے اصول دین کا منکر ہی اور فروع دین کا مجسم خدا میں اُسکا غلو اس درجہ بڑھا ہوا ہی کہ خدا کے لئے ہاتھ۔ پیر سب کچھ بناتا ہی چڑھنے اُترنے کی تصویریں کھینچتا ہی کہ اپنے وعظوں میں وہ ممبر کے ایک زینہ سے اُترکر نیچے آتا ہی اور مریدونکو بتاتا ہی کہ یوں ہی خدا بھی اُترتا ہی۔

اس تعلیم کا اثر صرف یہی نہیں ہوتا کہ وہ توحید خدا سے علٰحدہ ہوجاتے ہیں اور مشرک و بت پرستوں کے حدود میں داخل ہوتے ہیں۔ بلکہ باطنی تعلیم یہی دیتا ہی کہ جو کچھ ہیں ہمی ہاتھ پیر ہیں انکے بل بوتے پر کام کرنا چاہیے۔ جس سے تمامی اسلامی ممالک نے اسکو اپنی حدود سے خارج کردیا اور بجز ہندوستان اسکو کہیں پناہ نہیں۔ اور ہندوستان میں بھی جو کچھ اس فرقہ نے کام کیا تمام عالم کو معلوم ہی۔

اب اس تعلیم کے اثر کو ملاحظہ کرو جس میں یہ بتایا جاتا ہی کہ خدا کے نہ جسم ہی نہ وہ جسمانی ہی نہ وہ ہاتھ پیر رکھتا ہی نہ گھوڑا گدھا۔ اُسکا یہ اثر ہی کہ ہمہ تن اُنکی یہ جہت ہوتی ہے کہ ہم بھی وہ اخلاق و عادات حاصل کریں جس سے خداوند عالم سے تقرب ہو جس سے نہ وہ بیجا ہاتھ پیر مارتے ہیں نہ خدا کی مرضی کے خلاف اس سے کام لیا چاہتے ہیں۔ نہ اسپر وہ ایسا بھروسہ کرتے ہیں کہ تمام عالم کو اپنے قوت بازو سے دبا لیں۔ بلکہ وہ اسکو عطیہ خداوند عالم سمجھکر اُنھیں کاموں میں صرف کرتے ہیں جسمیں خدا کی رضا ہو اور جسکا خدا نے حکم دیا ہی کیونکہ وہ قرآن میں پڑھ چکے ہیں الفتنہ اکبر من القتل۔ لہذا کبھی وہ کام نہیں کرتے جس سے فتنہ و فساد پیدا ہو۔

دوسرا اصل عدل ہی جو مختصات مذہب شیعہ سے ہی کسی مذہب نے اسکو اپنے اصول دین میں نہیں لیا ہی خواہ وہ اسلام ہو یا غیر اسلام۔

یہ اصول و فروع دین وہ ہیں کہ بچونکو اُسوقت زبانی بتائے جاتے ہیں جب وہ کچھ بولنے لگتے ہیں اور ادھر اُنکا کچھ تلفظ درست ہوا کہ ماں باپ اُنکو یہ اصول و فروع دین سکھانے

لگتے ہیں اور پوچھتے ہیں اصول دین کے ہیں فروع دین کے ہیں جو وہ اپنے تتلاتے الفاظ میں بھولے بھٹکے بتاتے ہیں اور ماں باپ خوش ہوتے ہیں جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ انکی تعلیم اور انکے اخلاق کیسے درست ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ تو تمام عالم کو معلوم ہے العلم فی الصغر کالنقش فی الحجر۔ جب بچے ہیں وہ اسکو سمجھتے ہیں کہ ہمارا پیارا خدا عادل ہے تو اس خاص صفت سے انکو کیسی محبت ہوتی ہوگی۔ اور کسطرح یہ امر انکے ذہن نشین ہوتا ہوگا کہ ہمکو بھی عدل کرنا چاہئے۔ یہی سبب ہے کہ یہ فرقہ سب سے زیادہ عدل کا پابند ہوتا ہے عدالت جیسی اعلےٰ صفت ہے محتاج بیان نہیں یہ صفت اگر دنیا سے اٹھ جائے تو نہ پھر دنیا آباد رہ سکتی ہے نہ اسکو بقا ہو سکتا ہے۔ اور نہ پھر بعثت انبیا کوئی ثابت کر سکتا ہے۔ مگر ہمارے دوسرے فرق اسلامی کو اس صفت سے ایسی چڑ ہے کہ نہ وہ خدا کو کسیطرح عادل مانتے ہیں نہ اسکے رسول کو نہ اسکے خلیفہ و جانشین کو بلکہ انکے اصول دین میں یہ سکھایا گیا ہے کہ الامام لا ینعزل بالفسق یعنی فسق و فجور سے امام معزول نہیں ہوتا۔ یہانتک کہ جسکے پیچھے نماز پڑھتے ہیں انمیں بھی عدالت کی ضرورت نہیں جسکے لئے یہ اصول قائم کیا گیا ہے کہ صلوا خلف کل بر و فاجر (ہر نیک و بدکار کے پیچھے نماز پڑھ لو) جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب شروع سے یہی تعلیم جاری ہے تو پھر ان میں صفت عدل کہاں سے آسکتی ہے۔

ان لوگوں نے اسی پر بس نہیں کیا کہ صفت عدل کو غیر ضروری سمجھا ہو۔ بلکہ از راہ طعن و تشنیع فرقہ حقہ شیعہ کا یہی نام رکھ دیا کہ عدلیہ جسکی اصلی غرض یہی ہے کہ اس صفت سے ایسی نفرت ہو کہ پھر کوئی اسکا نام نہ لے کیونکہ دشمن کو بڑے نام سے اس غرض سے یاد کرتے ہیں کہ اسکے صفات قبیحہ ہمارے دوستوں میں نہ آنے پائے۔

اس صفت کا عملی ثبوت تو فریقین کے حالات سے معلوم ہونگے مگر ہم صدر اول کا ایک تاریخی واقعہ پیش کرتے ہیں جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ تعلیم کا کیا اثر ہوتا ہے اور کسطرح وہ

چھوٹے بچوں میں اثر کرتا ہے۔

دیکھو حضرت عمر کے قتل کا حال کہ جب وہ زخمی ہوئے تو وہ صحابہ سے پوچھتے ہیں کیا یہ امر تمہاری رائے و مشورہ سے ہوا ہے جس پر سب نے انکار کیا، بہت سے لوگوں نے خوشامدانہ تقریر کی کہ ہم تو اپنی جان نثار کرنے کو تیار ہیں۔ حالانکہ اُس زمانہ کی تواریخ سے آجتک تمام عالم کو یہی بتایا جاتا ہے کہ یہ خلیفہ ایسے ہر دلعزیز تھے اور اسقدر اُن کے زمانہ میں فتوحات ہوئے کہ تمام عرب مالا مال ہو گیا اور وہ ایسے عادل تھے کہ شیر و بکری ایک گھاٹ پانی پیتے مگر چونکہ فی الواقع وہ صفت عدل سے معرا تھے صحابہ رسول سے ایسا سوال کر بیٹھے حالانکہ الصحابہ کلھم عدول کا کلیہ بھی بنا ہوا انکے یہاں رکھا ہے۔

اب اسکے مقابلہ میں واقعہ شہادت جناب امیر کو ملاحظہ فرمائیے کہ جب ابن ملجم ملعون نے حضرت کو زخمی کیا ہے تو حضرت نے کسی سے یہ نہ پوچھا کہ کیا تمہاری صلاح و مشورہ سے ہوا بلکہ خود ابن ملجم سے سوال کیا ہے کیا قصور کیا تھا جو تو اسکا مرتکب ہوا کیا ہم عدل نہ کرتے تھے تیرے حقوق کی رعایت نہ کرتے تھے جس پر وہ ملعون سرنگوں اور ساکت رہا۔

حالانکہ اُس زمانہ سے اس زمانہ تک کی تاریخیں ان واقعات سے بھری پڑی ہیں کہ صحابہ حضرت سے خوش نہ تھے یہاں تک کہ سب حضرت سے لڑے۔ حضرت بھی اُنسے حد درجہ شاکی تھے اور بالخصوص اہل کوفہ سے تو آپ اس درجہ مکدر رہتے تھے کہ ہمیشہ اپنی موت کے متمنی رہے مگر چونکہ مجسم عدل تھے آپکو اسکا شبہ بھی نہ ہوا کہ یہ میرا قتل کسی سازش سے ہوا ہے خلیفہ دوم نے اپنے قاتل کی نسبت کوئی وصیت بھی نہ کی کہ اُسکے ساتھ ہمارے بعد کیا سلوک کیا جائیگا جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ اُنکے فرزند عبیداللہ ابن عمر نے جو نہ صحابی ہیں نہ خلیفہ نہ اکبر اولاد تین مسلمانوں کو جو کفالت و حفاظت بنی ہاشم میں تھے مار ڈالا اور اسپر ایسا خون سوار تھا کہ اگر سعد ابن ابی وقاص اسکو گرفتار نہ کر لیتے تو نہ معلوم کتنے خون کر ڈالتا۔

تیسرے روز جب خلیفہ سوم خلیفہ مقرر ہوئے تو سب سے پہلے یہی مقدمہ پیش ہوا

جسپر خلیفہ نے اُسکو قتل کرنا چاہا۔ مگر عمرو عاص نے یہ کہکر روک دیا کہ کل تو اسکا باپ مارا گیا آج یہ قتل ہوگا کیسے ہو سکتا ہو چونکہ عدالت نہ تھی وہ چھوڑ دیا گیا اور مسلمانوں کے بیت المال سے اُسکا خون بہا دلوا دیا۔

بمقابل اسکے اُس عدل مجسم کے حال کو دیکھو جو جناب امام حسن علیہ السلام سے وصیت کرتے ہیں کہ "اگر ہم زندہ رہے تو جو کچھ مناسب سمجھیں گے اپنے قاتل سے کرینگے اور اگر مرجائیں تو تمکو قسم دیتے ہیں بجز ایک ضربت کے اسپر دوسری ضربت نہ لگانا کیونکہ اسنے بھی ہمکو ایک ہی ضربت لگائی تھی۔ اور اسکے ساتھ رفق و مدارا کرنا اور جو ہمکو کھلاؤ اُس سے اسکو بھی کھلاؤ پلاؤ"۔

دیکھئے چونکہ عدالت کی تعلیم پہلے ہی سے تھی جناب امیر نے اسوقت بھی اُسی عدل کی وصیت کی۔ اور جناب امام حسن علیہ السلام نے بھی باوصفیکہ اُسیوقت خلیفہ بھی بنائے گئے وہی سلوک کیا کہ جب تک جناب امیر زندہ رہے ہر غذا سے اُسکو بھی حصہ دیتے اور بعد وفات ایک ہی ضربت لگائی اگرچہ بنا بر بعض روایات بعد قتل بھی اُسکی کچھ سزا کی گئی مگر امام نے ایک ہی وار کا حکم دیا اور اُسکی ویسی ہی تعمیل ہوئی۔

اسی واقعہ سے تم قیاس کرسکتے ہو کہ ہر فریق میں کسقدر یہ صفت پائی جاتی ہے اور وہ کسطرح اسکے عامل ہیں۔ یہی وجہ ہو کہ مذہب شیعہ کے لوگ تمامی بلاد میں متفرق ہیں ہر دولت میں ہر حکومت میں بتعداد کثیر وہ موجود ہیں خواہ سلطنت کابل ہو خواہ سلطنت روم خواہ سلطنت روس خواہ سلطنت خدیو مصر مگر تم نے کسی اخبار میں کسی رسالہ میں نہ دیکھا ہوگا کہ اس فرقہ نے اپنے بادشاہ وقت سے کبھی بغاوت کی ہو یا آمادہ فساد ہوئے ہوں۔ حتے کہ خود سلطنت روس میں جن دنوں بوجہ جنگ جاپان مبتلائے کشمکش تھے ہر طرف سے اُسکی رعایا باغی ہو رہی تھی مسلمانوں نے بھی جہاں جہاں موقع پایا علم بغاوت بلند کیا مگر اس **فرقہ شیعہ** کا نام کہیں نہ دیکھا ہوگا کہ اسنے بغاوت کی

یا کسی شر و فساد کا بانی ہو۔ انہیں تعلیموں کا یہ اثر ہے کہ شہنشاہ ایران خلد اللہ ملکہ نے از راہ کمال عدل پروری خود اپنی رعایا کو پارلیمنٹی اختیارات دیدیے حالانکہ تم تمامی اخباروں میں پڑھتے ہو کہ کسی بادشاہ نے اپنی رعایا کو یہ اختیارات اُسوقت تک دئے جب تک ہزاروں عزیز جانیں نہ تلف ہوئی ہوں پس یہ سب جو کچھ اثر ہے اُسی اصل عدل کا جسکی تعلیم مخصوصات شیعہ سے ہے اور وہ اپنا مخفی اثر ہر جگہ دکھاتا ہے۔

برخلاف اسکے جتنے اسلامی فرقے اسوقت دنیا میں آباد ہیں خصوصاً ہندوستانی اپنے اپنے اغراض میں حواس باختہ ہوتے ہیں کہ نہ انکو خدا کا خوف رہتا ہے نہ رسول کا نہ گورنمنٹ کا کہ ادنے ادنے امر پر وہ ایسا تل جاتے ہیں کہ گویا قیامت ہی اُٹھا لینگے۔

دور کیوں جاؤ ہندوستان کے اخباروں کو پڑھو جو مسلمانوں کے مسئلہ جہاد پر صرف اس بنیاد پر کسقدر معترض تھے کہ اس سے بنی نوع انسانی کی خونریزی ہوتی ہے۔ اب وہ صرف اس بنیاد پر کہ لارڈ کرزن بہادر نے بنگال کو کیوں تقسیم کیا کیا کر رہے ہیں؟ پھر اُن سنی اخباروں خصوصاً علیگڈھ کالج کے تعلیم یافتوں کو دیکھو کہ وہ کسطرح کی عرضیاں گورنمنٹ کو ترکی مصری معاملہ میں دے رہے ہیں۔ حالانکہ یہ نہیں سمجھتے کہ اس سے کیا شدنی ہے۔ سلطان روم بھی ایک سلطان ہیں منجملہ دیگر سلاطین کے اُنکی ہمدردی میں ایسا بیجا جوش و خروش کیوں دکھاؤ جس سے خود تمہاری گورنمنٹ تم سے بددل ہو۔

یہ سب نتیجہ ہے اُسی خراب تعلیم کا جسمیں نہ مذہب کا اصول مقرر ہے نہ فروع۔ نہ عدل کو کوئی وزن دیا گیا جس سے ہم اپنے فرائض کو سمجھیں اور حاکم مجاز کے فرائض کو۔ اور اسپر کاربند ہوں اسی اصل عدل کے نہ ماننے نے یہی نہیں کیا کہ انکو گورنمنٹ سے بدظن رکھا جسکے نسبت یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ خارج از اسلام ہے لہذا اُسکی مخالفت کیجاتی ہے۔ بلکہ اسلامی سلاطین کے ساتھ بھی انکا یہی برتاؤ رہا اور ہے۔ آپکو اخباروں کی مخالفت شریف مکہ